السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

زید کہتا ہے ایک جماعت بندی ہوجائے جوکہ بے نمازوں سے بالکل قطع تعلقی پیدا کرے یعنی بے نمازوں کو اپنے معاملات دینی ودنیاوی بلکہ سلام وکلام سے بھی درکار اجائے ۔ چنانچہ زید نے ایک تحریک اٹھائی جس کا تیجہ یہ نکلا کہ عمرو جماعت سے اٹھ کھڑا ہوا کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے ۔ اتفاق واخلاق کے طور پر ہر ایک کو مرتبہ مرتبہ سمجھاؤ۔ جوخلق سے کام فی زمانہ کامیاب ہوسکتا ہے وہ کسی کو درکار نے سے نہیں ہوسکتا۔ زید اس کے جواب میں "من رای منکم منکراً" حدیث کا ٹکڑا پش کرتا ہے ۔ عمرو کہتا ہے قطع تعلقی سے فتنہ بڑھ جانے کا خطرہ ہے کیونکہ حکومت غیر اسلام ہے (تم اپنا ایمان/ تبلیغ) مذکورہ بالاحدیث کے اخیر کے ٹکڑا کے مطابق سمجھو یعنی دل سے براجاننا ۔ لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا زید کے ذہن کے پیچھے لگ کر سلسلہ مفارقت شروع کردیا جائے یا کہ عمرو کی رائے کے مطابق خلق سے کام لینا بہتر ہے ؟ ازراہِ کرم کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دیں جزاکم اللہ خیرا

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

یہاں پر کل چار صورتیں ہیں ۔ ایک یہ کہ اپنا زور ہو اور جس کو تبلیغ کرنی ہے وہ باخبر ہو۔ دوم یہ کہ اپنا زور ہو لیکن جس کو تبلیغ کرنی ہے وہ بے خبر ہو۔ سوم یہ کہ اپنا زور نہ ہو اور جس کو تبلیغ کرنی ہے وہ باخبر ہو۔ چہارم یہ کہ اپنا زور نہ ہو اور جس کو تبلیغ کرنی ہے وہ بے خبر ہو۔

نوٹ :

زور سے مراد عام ہے خواہ حکومت یا پنچایت ہو۔ خواہ ذاتی طور پر کوئی شخص بارعب ہو جس کی وجہ سے لوگوں کے دل میں خوف ہو کہ اگر ہم اس کی نہ مانیں گے تو ہمیں اس سے نقصان پہنچے گا۔

پہلی صورت کا حکم

جب ایک شخص مسئلہ سے واقف ہے اور دیدہ دانستہ عمل میں سستی کرتا ہے تو اس پر درجہ بدرجہ زور ڈالا جائے ۔ مثلاً پہلے اس کو ویسے سمجھایا جائے اگر نہ سمجھے تو کسی قدر تاوان لگایا جائے یا زجر توبیخ کی جائے ۔ اس کے بعد مار پیٹ ۔ چنانچہ قرآن مجید میں عورتوں کے متعلق ارشاد ہے :

وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ --سورة النساء34

''جن عورتوں کی بدگزرائی سے تم ڈرتے ہو ان کو پہلے وعظ کرو پھر بستروں میں چھوڑ دو۔ پھر مارو۔''

غرض درجہ بدرجہ مفید اور بہتر صورت اختیار کرنی چاہیے ۔

دوسری صورت کا حکم

مسئلہ سے ناواقف کو پہلے پیار سے واقف کرنا چاہیے جس میں تالیف قلبی بھی داخل ہے جس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے :

وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ --سورة التوبة60

یعنی نو مسلم جن کی تالیف قلبی کی گئی ہے ان کا بھی زکوۃ میں حق ہے ۔

وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ سورة التوبة6

''اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ طلب کرے تو تو اسے پناہ دے دے یہاں تک کہ وہ کلام اللہ سن لے پھر اسے اپنی جائے امن تک پہنچا دے ۔ یہ اس لئے کہ یہ لوگ بے علم ہیں''

اگر مسئلہ ذہن نشین ہونے کے بعد پھر وہ سستی یا بے پرواہی کرے تو اس کا علاج بھی اول الذکر صورت کا ہے

تیسری صورت کا حکم

جب اپنا زور نہیں اور مسئلہ سے باخبر ہے تو سوائے وعظ نصیحت کے کوئی صورت نہیں ۔ مگر وعظ نصیحت کی ضرورت بھی تھوڑی بہت امید کے وقت ہے ۔ ورنہ پھر قطع تعلق ہے نیز قرآن میں ہے :

سورۃ الاعلی 9-- فَذَكِّرْ إِن نَّفَعَتِ الذِّكْرَىٰ

''تو آپ نصیحت کرتے رہیں اگر نصیحت کچھ فائدہ دے''

نیز قرآن مجید میں ہے :

وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ --سورۃ الاعراف 164

''اور جب کہ ان میں سے ایک جماعت نے یوں کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ بالکل ہلاک کرنے وا ہے یا ان کو سخت سزا دینے والا ہے ؟ انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے رب کے روبرو عذر کرنے کے لیے اور اس لیے کہ شاید یہ ڈر جائیں ۔''

خدا تعالی نے بنی اسرائیل کو ہفتہ کے دن مچھلیوں کے شکار سے منع فرمایا وہ پھٹ کر تین جماعتیں ہوگئے ۔ (1) ایک مچھلیاں پکڑنے لگ گئے ۔ ایک ان کو روکتے رہے ۔ ایک نہ روکتے نہ مچھلیاں پکڑتے ۔ اس تیسری جماعت نے دوسری جماعت کو کہا کہ تم ان (پہلی جماعت) کو کیوں وعظ کرتے ہو؟ یہ ہلاک ہونے والے ہیں یا ان پر کوئی اور سخت عذاب آنے والا ہے ۔ انہوں نے جواب میں دو وجہیں بیان کیں ۔ ایک تبلیغ فرض کی ادائیگی دوم فائدہ کی امید ۔ اگر فائدہ کی امید نہ ہوتی تو تبلیغ فرض بھی عاید نہ ہوتا ۔ کیونکہ تبلیغ وہیں ضروری ہے جہاں کچھ امید ہو ۔ چنانچہ پہلی آیت سورۃ اعلیٰ سے معلوم ہوچکا ہے ۔

خلاصہ یہ کہ زور نہ ہونے کی صورت میں مسئلہ سے ناواقف آدمی کو نرمی کے سوا سمجھانے کی کوئی صورت نہیں ۔ جس کے لیے مختلف پہلو اختیار کیے جا سکتے ہیں جن کو وعظ تبلیغ کا لفظ شامل ہے ۔ قرآن مجید میں ہے :

سورۃ النحل 125-- ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

''اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجیے''

چوتھی صورت کا حکم

یہ صورت سب صورتوں سے مشکل ہے کیونکہ ایک طرف مسئلہ سے ناواقفی ہے دوسری طرف زور نہیں ۔ کہ زبردستی ان کے کان آواز پہنچا دی جائے ۔ کسی کی مرضی ہو سنے کسی کی مرضی ہو نہ سنے ۔ تیسری صورت میں بوجہ ناواقفی مسئلہ کے تبلیغی فرض چنداں اہمیت نہیں رکھتا ۔ چوتھی صورت میں بڑی ذمہ داری ہے کیونکہ اس میں مسئلہ سے ناواقفی ہے جس سے واقف کرانا ضروری ہے اگر زور ہوتا تو اس کے اثر سے واقف کرانا سہل تھا ۔ اب بجز جفاکشی کے کیا صورت ہے انبیاء علیہم السلام کا اکثر یہی منصب تھا اور ان کی تبلیغ عموماً اسی صورت میں ہوتی تھی ۔ خاص کر ابتدائی حالات میں انبیاء علیہم السلام کو سخت ترین مصائب کا سامنا ہوتا اور بڑے بڑے روح فرسا آلام برداشت کرنے پڑتے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمبر اول ہے ۔ چنانچہ مکی زندگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کا شاہد عدل ہے ۔ یہ جو کچھ تکالیف ہیں مسائل کی واقفیت تک ہیں ۔ اس کے بعد پھر وہی تیسری صورت کا حکم ہے ۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ بعض صورتوں میں زید سچا ہے بعض میں عمرو ۔ نہ ہمیشہ سختی اچھی ہے نہ ہمیشہ نرمی ۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

سختی و نرمی بہم در بہ است : چو جراح کہ رگ زن و مرہم نہ است

ھذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ اہلحدیث

کتاب الایمان، مذاہب، ج1ص181

محدث فتویٰ